تصانیف،رسائل اور خطبوں میں قرآن کریم سے اقتباس پیش کرنا: ایک تحقیقی جائزہ

Excerption from the Holy Quran in the brochures, redactions and harangues: A research review

ڈاکٹر نجم الحسن*

پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمن**

ABSTRACT:

Accuracy of epigraphs, brochures, redactions and harangues depends upon the entopic use, abridgment of words, breakaway from flaunting and unnecessarily repetition of words, phrase logical and concise use of words. So, every prolocutor, monitor and author tries to use these arts. The Holy Quran has used all these arts in the best way, and has no exemplar in this regard. The Holy Quran is income- parable in brevity, protractedness, elegance, balaghat, dehydration of alterity and concinnity etc. This miraculous restyled is the index that it is the Fas. Prolocutors, monitors and authors use the excerptions from the Holy Quran in their brochures, redactions and harangues in order to embellish it. In this article efforts have been made to make evident the capacities and mitzvahs in this cosmogonic issue.

Key words: Excerption, The Holy Quran, Brochures, Redactions, Harangues, is incomparable, Miraculous restyled.

کسی کلام وخطبہ یا تصنیف و تالیف کا حسن الفاظ میں مضمر ہوتا ہے، مثلاً الفاظ موقع و محل کے مطابق استعمال، مناسب الفاظ کا انتخاب، تصنّع اور بلاضرورت تکرار سے گریز، امثال و محاورے کا با محل استعمال، ماہرینِ فن کے کلام سے اقتباس، مخاطب کی اِدراک وصلاحیت کا لحاظ اور اپنے مقصد کا فصیح و بلیغ انداز میں مع دلائل کے بیان کرنا وغیرہ۔ ہر خطیب، واعظ، مصنف اور مؤلف اپنے کلام میں اسی حسن کو پیدا کرنے کے واسطے مندرجہ بالا گُر اپناتے ہیں۔ قرآن کریم چونکہ اللہ جل شانہ کی معجز کتاب ہے اور جیسا کہ وہ ذات اور صفات میں یکتا ہے اسی طرح اس کی کتاب بھی فصاحت وبلاغت، ایجاز واطناب، عدم تعارض، طرزِ بیان اور مضمون ودلیل میں ہر زمان و مکان پر حاوی ہونے کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے، یہیں صفات اس کے کلام اللہ ہونے کے دلائل ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں غور وفکر اور تدبّر کا حکم دے رہا ہے، فرمایا: كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ[1]۔

ترجمہ: یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں اور تاکہ اہلِ عقل نصیحت حاصل کریں۔

قرآنِ کریم کی انہی خوبیوں کے پیشِ نظر قرنِ اول سے لے کر آج تک فصحاء، بلغاء اور اہلِ عقل ودانش اپنے خطبوں، وعظوں اور

---

*Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Malakand, KPK.
Email: najmulh639@gmail.com

**Professor / Chairman, Department of Islamic Studies, University of Malakand, KPK.

تصانیف و تالیفات میں حسن لانے کے لیے قرآن کریم سے اقتباس کرتے چلے آرہے ہیں۔

اقتباس کا لغوی معنٰی:

اقتباس باب افتعال سے مصدر ہے اور اس کا معنی طلب القبس یعنی شعلہ کا طلب کرنا اور بطور مجاز یہ لفظ طلب علم کے لئے استعمال ہوتا ہے[2]۔

اقتباس کا اصطلاحی مفہوم: علامہ سیوطیؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

أَن يضمن الْكَلَام شَيْئا من الْقُرْآن والْحَدِيث لَا على أَنه مِنْهُ.[3]

ترجمہ: کلام کو قرآن اور حدیث کے کسی حصہ پر اس طرح مشتمل کرنا کہ اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہو کہ یہ ان دونوں کا حصہ نہیں ہے۔

علامہ جرجانیؒ نے اس کی تعریف یوں کی ہے:أن يضمن الكلام نثرًا كان أونظمًا شيئًا من القرآن أوالحديث[4]۔ کلام خواہ نظم ہو اور یا نثر قرآن یا حدیث کو اس کا حصہ بنانا۔

اقتباس کا حکم:

اقتباس کے جواز وعدم جواز کے متعلق علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء نے عربیت کی وسعت کی بنا پر اس کو مطلقا جائز کررکھا ہے جبکہ بعض نے اس میں تفصیل ذکر کی ہے۔ شیخ عزالدین سے پوچھا کیا گیا کہ: کیا یہ جائز ہے کہ کوئی شخص اپنے کلام میں قرآنی الفاظ بغیر کسی نسبت کے پیش کرے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ جائز ہے اور پھر اس کیلئے بطور استشہاد کئی دلائل پیش کئے[5]۔ جو علماء مطلقا جواز کے قائل ہیں، ذیل میں ان کے دلائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے اقوال سے استدلال:

پہلی دلیل: رسول اللہ ﷺ نے اپنی دعاؤں میں ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جو بالکل قرآنی آیت کا حصہ ہیں اور قرآن کریم کی طرف اس کی کوئی بھی نسبت نہیں فرمایا حالانکہ اس کا قرآن کریم کا آیت ہونا روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ آپ ﷺ اپنی دعاؤں میں وَجَّهْتُ وَجْهِي[6] استعمال فرمایا کرتے تھے حالانکہ یہ سورہ انعام کی آیت کا حصہ ہے:

اِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًاوَمَاأَنَامِنَ الْمُشْرِكِينَ[7]۔

ترجمہ: میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں[8]۔

دوسری دلیل: رسول اللہ ﷺ نے ہرقل[9] کے نام جو خط بھیجا تھا اس کا مضمون تھا:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مِنْ مُحَمَّدٍ عَبْدِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى هِرَقْلَ عَظِيمِ الرُّومِ سَلاَمٌ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الهُدَى[10]۔

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول کی طرف

سے روم کے معزز بادشاہ ہرقل کے نام اس شخص کے لئے سلامتی ہو جس نے ہدایت کی اتباع کی۔

اس میں مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى سورۃ طہ کے آیت کا جز ہے، آیت:

فَأْتِيَاهُ فَقُولَا إِنَّا رَسُولَا رَبِّكَ فَأَرْسِلْ مَعَنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنَاكَ بِآيَةٍ مِنْ رَبِّكَ وَالسَّلَامُ عَلَى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدَى[11]

ترجمہ: (اچھا) تو اس کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہم آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دیجیئے۔ اور انہیں عذاب نہ کیجیئے۔ ہم آپ کے پاس آپ کے پروردگار کی طرف سے نشانی لے کر آئے ہیں۔ اور جو ہدایت کی بات مانے اس کو سلامتی ہو۔

تیسری دلیل: رسول اللہ ﷺ یوں دعا مانگا فرماتے تھے: اللهُمَّ آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً، وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[12]

ترجمہ: اے اللہ ہمیں دنیا میں بھلائی دے دیں اور آخرت میں بھی بھلائی دے دیں اور ہمیں آخرت کی عذاب سے نجات دے۔

اس میں بھی یہ الفاظ (آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ) قرآن کریم کی اس آیت سے ماخوذ ہیں:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ[13]۔

ترجمہ: اور بعض ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ پروردگار ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخشیو اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھیو۔

چوتھی دلیل: نبی کریم ﷺ کی دعا: اللَّهُمَّ فَالِقَ الْإِصْبَاحِ وَجَاعِلَ اللَّيْلِ سَكَناً وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَاناً اقْضِ عَنِّي الدَّيْنَ وَأَغْنِنِي مِنَ الْفَقْرِ[14] قرآن پاک کی اس آیت سے مقتبس ہے:

فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ[15]

ترجمہ: وہی رات کے اندھیرے سے صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اسی نے رات کو موجب آرام ٹھہرایا اور سورج اور چاند کو حساب کا ذریعہ بنادیا یہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے اندازے ہیں جو غالب ہے علم والا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمین کے اقوال سے دلائل:

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمین بھی اپنی دعاؤں، خطبات اور مواعظ میں اسطرح کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔

پہلی دلیل: سیدنا ابو بکر صدیق کے جب دنیا سے رخصت ہو جانے کا وقت قریب آپہنچا تو آپ نے سیدنا عثمان کو بلایا اور ان کے سامنے یہ خطبہ ارشاد فرمایا تھا:

هَذَا مَا عَهِدَ أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قُحَافَةَ فِي آخِرِ عَهْدِهِ بِالدُّنْيَا خَارِجًا مِنْهَا وَعِنْدَ أَوَّلِ عَهْدِهِ بِالآخِرَةِ دَاخِلا فِيهَا حَيْثُ يُؤْمِنُ الْكَافِرُ وَيُوقِنُ الْفَاجِرُ وَيُصَدِّقُ الْكَاذِبُ. إِنِّي اسْتَخْلَفْتُ عَلَيْكُمْ بَعْدِي عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فَاسْمَعُوا لَهُ وَأَطِيعُوا. وَإِنِّي لَمْ آلُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ

وَدِينَهُ وَنَفْسِي وَإِيَّاكُمْ خَيْرًا. فَإِنْ عَدَلَ فَذَلِكَ ظَنِّي بِهِ وَعِلْمِي فِيهِ. وَإِنْ بَدَّلَ فَلِكُلِّ امْرِئٍ مَا اكْتَسَبَ مِنَ الإِثْمِ. وَالْخَيْرُ أَرَدْتُ وَلا أَعْلَمُ الْغَيْبَ. سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ. وَالسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ.[16]

ترجمہ: یہ وہی (باتیں) ہیں جن پر ابو بکر بن قحافہ نے دنیا سے جاتے ہوئے آخری وقت اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے اوّل وقت میں عہد کیا ہے کہ اس وقت کافر بھی ایمان لے آتا ہے، فاجر بھی یقین کر لیتا ہے اور جھوٹا بھی اس کو سچا مان لیتا ہے۔ میں اپنے بعد عمر بن خطاب کو تم پر خلیفہ مقرر کر لیتا ہوں، پس اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔ اور میں اللہ، اس کے رسول اور اس کے دین میں کوتاہی نہیں کرتا اور اپنے نفس اور تمہارے ساتھ خیر کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر وہ انصاف کرلے تو یہ اس کے بارے میں میرا گمان اور علم ہے، اور اگر (انصاف کو ظلم سے) بدل ڈالا تو ہر آدمی پر اپنی کردہ گناہ ہے، اور میں خیر کا ارادہ کر چکا ہوں جب کہ غیب کو جانتا نہیں، جلد ہی ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔

اس خطبہ کے آخر میں آپ نے سورۃ شعراء کی یہ: سَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ[17] "اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی جگہ لوٹ کر جاتے ہیں۔" لایا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی نسبت نہیں کی ہے۔

دوسری دلیل: سیدنا عمر نے بھی اپنے مواعظ میں قرآن کو بطور اقتباس لایا ہے جیسا کہ بخاری شریف میں روایت ہے:

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ: أُوصِي الخَلِيفَةَ بِالْمُهَاجِرِينَ الأَوَّلِينَ: أَنْ يَعْرِفَ لَهُمْ حَقَّهُمْ، وَأُوصِي الخَلِيفَةَ بِالأَنْصَارِ الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ، مِنْ قَبْلِ أَنْ يُهَاجِرَ النَّبِيُّ ﷺ: أَنْ يَقْبَلَ مِنْ مُحْسِنِهِمْ، وَيَعْفُوَ عَنْ مُسِيئِهِمْ[18]

ترجمہ: عمر نے فرمایا کہ میں خلیفہ کو مہاجرین اولین کے ساتھ خیر خواہی کا حکم کرتا ہوں کہ وہ ان کے حق کو پہچانے اور میں خلیفہ کو ان انصار کے بارے میں وصیت کرتا ہوں جنہوں نبی کریم ﷺ کے آنے سے پہلے گھر کو آباد کیا اور ایمان کو حاصل کیا کہ وہ ان کے نیکیوں کو قبول کرے اور برائیوں کو معاف کریں۔

اس روایت میں یہ الفاظ " الَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالإِيمَانَ " سورۃ حشر کی اس آیت سے بطور اقتباس لئے گئے ہیں:

وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّونَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي صُدُورِهِمْ حَاجَةً مِمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُوقَ شُحَّ نَفْسِهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ[19]

ترجمہ: اور ان لوگوں کیلئے بھی جو مہاجرین سے پہلے اس گھر یعنی مدینے میں مقیم ہیں اور ایمان میں مضبوط ہیں اور جو لوگ ہجرت کرکے ان کے پاس آتے ہیں وہ ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں خواہ وہ خود بھی فاقے سے ہوں اور جو شخص خود غرضی سے بچا لیا گیا تو ایسے ہی لوگ بامراد ہیں۔

تیسری دلیل: سیدنا علی اپنے خطبات میں بھی قرآن کو بطور اقتباس پیش کرتے تھے، آپ کا فرمان ہے:

إِنِّي مُبَايِعٌ صَاحِبَكُمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا[20]

ترجمہ: میں آپ کے ساتھی سے بیعت کرنے والا ہوں تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور ہو اسے کر ڈالے اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

اس فرمان میں "لیقضي الله أمرا کان مفعولا" سورۃ الانفال کی آیت سے مستفاد ہے، جسے آپ نے بغیر کسی نسبت کے اس کو نقل کیا ہے۔

وَإِذْ يُرِيكُمُوهُمْ إِذِ الْتَقَيْتُمْ فِي أَعْيُنِكُمْ قَلِيلًا وَيُقَلِّلُكُمْ فِي أَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللَّهُ أَمْرًا كَانَ مَفْعُولًا وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ۔ [21]

ترجمہ: اور اس وقت جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو کافروں کو تمہاری نظروں میں تھوڑا کر کے دکھاتا تھا اور تم کو ان کی نگاہوں میں تھوڑا کر کت دکھاتا تھا تاکہ اللہ کو جو کام کرنا منظور تھا اسے کر ڈالے۔

چوتھی دلیل: سیدنا عبداللہ بن عمر کا قول ہے:

لقدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[22]

ترجمہ: یقینا تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ الفاظ سورۃ احزاب کی آیت میں مذکور ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا[23]

ترجمہ: مسلمانوں تم کو اللہ کے رسول کی پیروی کرنی بہتر ہے یعنی ہر اس شخص کو جسے اللہ سے ملنے اور روزِ قیامت کے آنے کی امید ہو اور وہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتا ہو۔

خطباء اور محدثین کے اقوال سے دلائل:

پہلی دلیل: خطیب ابن نباتہ بھی اپنے خطبات میں بطور اقتباس اللہ تعالیٰ کے کلام کو پیش کرتے تھے جیسا کہ اس خطبہ میں فرمایا:

هنالك يرفع الحجاب، ويوضع الكتاب، ويجمع من وجب له الثواب، ومن حق عليه العقاب، فيضرب بينهم بسور له باب باطنه فيه الرحمة وظاهره من قبله العذاب۔[24]

ترجمہ: اس وقت حجاب اٹھ جائے گا، کتاب رکھ دیا جائے گا، ان لوگوں کو اکٹھے کئے جائیں گے جن کے لیے ثواب لازم ہوا ہے اور جن پر عذاب لازم ہوا ہے، تو ان کے درمیان دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے اس کی طرف عذاب ہے۔

اس خطبہ کا آخری جملہ سورۃ الحدید کی اس آیت کا حصہ ہے: يَوْمَ يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انْظُرُونَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَمِسُوا نُورًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ[25]

ترجمہ: اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں مومنوں سے کہیں گے کہ ہمارے لیے انتظار کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں ان سے کہا جائے گا کہ پیچھے کو لوٹ جاؤ پس وہاں نور تلاش کرو۔ پھر ان کے بیچ میں ایک دیوار کھڑی کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہو گا، جو اس کی اندرونی جانب ہے اس میں تو رحمت ہے اور جو بیرونی جانب ہے اس کی طرف عذاب ہے۔

دوسری دلیل: امام نوویؒ نے فرماتے ہیں کہ اگر کوئی حالت جنابت میں قرآن پاک کی یہ آیت: خذ الكتاب بقوة[26]"اے یحیٰ (ہماری) کتاب کو زور سے پکڑے رہو" لاوت کے قصد کے بغیر پڑھ لیں تو ان کیلئے یہ جائز ہو گا، حالانکہ حالت جنابت میں قرآن کی تلاوت

ناجائز ہے، اسی طرح اگر کوئی آیت: سُبۡحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هذا وما كنا له مقرنين[27] "کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے" بغرض دعا پڑھ لے تو یہ بھی جائز ہو گا[28]۔

امام الحرمینؒ کا قول ہے اگر ان سے وہ قرآنی آیات کا ارادہ کریں تو اس وجہ سے وہ گناہ گار ہو گا اور اگر وہ اس سے ذکر کا ارادہ کریں اور یا کسی چیز کا ارادہ بھی نہ کریں تو گناہ گار نہ ہو گا[29]۔

تیسری دلیل: امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن کریم سے اقتباس جائز ہے، آپ اپنے مقالات اور اشعار میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو بطور اقتباس پیش کیا کرتے تھے، ان کی شعر ہے:

أَنِلْنِي بِالَّذِي اسْتَقْرَضْتَ خَطًّا وَأَشْهِدْ مَعْشَرًا قَدْ شَاهَدُوهُ

فَإِنَّ اللَّهَ خَلَّاقُ الْبَرَايَا عَنَتْ لِجَلَالِ هَيْبَتِهِ الْوُجُوهُ

يَقُولُ إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ

ترجمہ: مجھے اس شخص سے جس سے تو نے قرض کا مطالبہ کیا ایک خط ملا، اس لئے تو گواہوں کی ایک جماعت گواہ بننے کے لئے حاضر کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کا خالق ہے، اس کے جلال کی وجہ سے تمام لوگ عاجز ہیں وہ فرماتے ہیں جب بھی تم قرض کا معاملہ کسی معین مدت تک کرتے ہو تو تم اس کو لکھو۔

اس شعر کے آخر میں امام شافعیؒ نے سورۃ بقرۃ کی آیت مداینہ نمبر282 سے إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَاكْتُبُوهُ لے کر اس کو شعر کا حصہ بنایا ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو بطور اقتباس لانا مطلقا جائز نہیں ہے بلکہ اس میں تفصیل ہے اور اس کے بارے میں بھی کئی اقوال ہیں:

پہلا قول:

قاضی ابو بکر الباقلانی فرماتے ہیں:

أَنَّ تَضْمِينَ الْقُرْآنِ فِي الشِّعْرِ مَكْرُوهٌ وَأَئِمَّةُ الْبَيَانِ جَوَّزُوهُ وَجَعَلُوهُ مِنْ أَنْوَاعِ الْبَدِيعِ وَسَمَّاهُ الْقُدَمَاءُ تَضْمِينًا وَالْمُتَأَخِّرُونَ اقْتِبَاسًا وَسَمَّوْا مَا كَانَ مِنْ شِعْرٍ تَضْمِينًا[30]

ترجمہ: شعر میں قرآن کی تضمین[31] مکروہ ہے اہل بلاغت والوں نے اس کے جائز سمجھا ہے اور اس کو بدیع کے اقسام میں سے سمجھا ہے قدماء نے اس کو تضمین کا نام دیا ہے اور متاخرین اس کو اقتباس کا نام دیا ہے۔

دوسرا قول:

مالکیہ میں سے ابن عبد البر، قاضی عیاض اور ابن المنیر نے جائز کہا ہے، جب کہ امام مالک نے اسے بالکل حرام کہا ہے: وقد اشتهر عن المالكية تحريمه[32] "امام مالکؒ سے اس کا حرام ہونا نقل ہے۔"

تیسرا قول: علامہ زرکشیؒ کا قول ہے کہ قرآن کو بطور ضرب الامثال پیش کرنا جائز نہیں ہے[33]۔

چوتھا قول:

ابو عبید النخعی کا قول ہے کہ قرآن اپنی کسی دنیاوی حاجت کے وقت بطور اقتباس پیش کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ کوئی شخص کسی کے ساتھ اپنی حاجت کی بنیاد پر ملاقات کا خواہش مند ہو اور وہ اتفاقاً آجائے اور جیسے ہی وہ آجائے تو اس وقت وہ بطور خوش طبعی یوں کہے "جئت علی قدر یا موسی[34]" پھر اے موسیٰ تم (قابلیت رسالت کے) اندازے پر آپہنچے"۔ کیوں کہ یہ قرآن کے ساتھ استہزاء ہے حالانکہ یہ منع ہے۔[35]

پانچواں قول:

قرآنی مثالوں میں اپنی طرف سے زیادتی کرنا جائز نہیں ہے اس وجہ سے صاحب حریری نے مقامہ 15 میں فأدخلني بيتا أحرج من التابوت وأوهى من بيت العنكبوت[36] جملہ لایا ہے جس کی وجہ سے علماء نے اس کو اس لئے برا سمجھا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے کلام میں مندرجہ ذیل وجوہ کی وجہ سے مبالغہ زیادہ ہے، ایک تو "ان" دوسرا اسم تفضیل اور وہن کا مادہ اور جمع کی طرف اضافت، جمع کو معرف باللام اور ان کے خبر پر لام کا داخل کرنا یہ سب تاکیدات کے اقسام ہیں اس لئے کسی اور تاکید کی ضرورت نہیں

ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد عالی ہے: وإذا قلتم فاعدلوا[37] "اور جب (کسی کی نسبت) کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو"۔

لہٰذا صاحب حریری کے لئے مناسب تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو مثال پیش کی ہے وہ اس سے آگے جانے کی کوشش نہ کرتے کیونکہ اس کلام سے آگے کوئی کلام نہیں ہے[38]۔

چھٹا قول:

امام سیوطیؒ کے نزدیک اس میں تفصیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ اقتباس کے تین اقسام ہیں:

پہلی قسم: اقتباسِ مقبول ہے: وهو ما كان في الخطب والمواعظ والعهود "وہ جو خطبوں، مواعظ اور معاہدات میں کیا جاتا ہے"۔

دوسری قسم: اقتباسِ مباح ہے: وهو ما كان في الغزل والرسائل والقصص "جو غزل، رسائل اور قصص میں نقل کیا جاتا ہے"۔

تیسری قسم: اقتباسِ مردود ہے، اور یہ دو قسم پر ہیں:

1: اقتباس ما نسبه الله إلى نفسه، بأن ينسبه المقتبس إلى نفسه۔[39]

ترجمہ: جس کلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف منسوب کیا ہو اس سے مقتبس اقتباس کر کے اپنی طرف منسوب کرے۔

مروان کے بیٹوں کے پاس ان کے عامل کا جب شکایت پہنچا تو اس وقت وہ یوں کہنے لگا: إن إلينا إيابهم ثم إن علينا حسابهم[40]۔ اس نے یہاں پر اس آیت کی نسبت اپنی طرف کی ہے حالانکہ اس آیت کا مصداق تو اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

2: تضمين آية في معنى هزل[41] یعنی کسی آیت کو طنز کے معنی میں پیش کرنا۔ مثلاً: اگر کوئی شخص اپنی محبوبہ کے ساتھ ہم کلام ہو اور اس کو یوں کہے: هيهات هيهات لما توعدون اور اس کے جواب میں کوئی کہنے والا یوں کہے لمثل ذا فليعمل العاملون یہاں پر پہلا حصہ سورۃ المؤمنوں کی آیت ہے اور دوسرے حصہ میں آخری جملہ سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ہے، یہ تو قرآن کے ساتھ استہزاء ہے، اس لئے ان دونوں کے

بارے میں امام سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے[42]۔

حواشی وحوالہ جات

[1] ص29:38

[2] زرکشی، محمدبن عبدالله، البرهان فی علوم القرآن، دارإحياءالكتب العربية عيسى البابي الحلبي وشركائه،1957ء، ج1، ص481

[3] سیوطی، عبد الرحمن بن أبي بكر، معجم مقاليد العلوم في الحدود والرسوم، مكتبة الآداب القاهرة، 1424ھ-2004ء، ج1، ص108

[4] كتاب التعريفات، الجرجانی، علی بن محمد، دارالكتب العلمية، بيروت1983ء، ج1، ص33 ۔الکلیات معجم فی المصطلحات و الفروق اللغوية، ابوالبقاء، ایوب بن موسی، مؤسسة الرسالة، بيروت، ج1، ص156

[5] السیوطی، عبدالرحمن بن ابی بکر، الاتقان فی علوم القرآن، الهيئة المصريه العامه للكتاب،1394ء/ 1974ھ، ج1، ص386۔ البرھان، ج1، ص481

[6] النيسابوری، مسلم بن الحجاج، المسند الصحيح المختصر بنقل العدل عن العدل الى رسول اللهﷺ، دار احياء التراث العربي، بيروت، ج1، ص536، رقم771

[7] الانعام 79:6

[8] جالندھری، مولانا فتح محمد، ترجمہ قرآن[القرآن الکریم]، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، 2009ء، ص222

[9] روم کے بادشاہ کا لقب ہے، نبی کریمﷺ نے دحیہ کلبیؓ کو دعوت اسلام کا جو خط دیا تھا اور جس کا ذکر کتب حدیث میں مذکور ہے اس سے مراد "ہرقل بن یوسطین ہے، جس کو روم کی بادشاہت اپنے والد سے وراثت میں ملی تھی۔ ہجرت مدینہ سے سات سال پہلے بادشاہ بنا۔ اس کے بارے میں آپﷺ نے ارشاد فرمایا تھا[لا ہرقل بعده] اور یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی۔ خلافت عمرؓ کے آخری ایام تک اس کی بادشاہت باقی رہی۔[البكری، عبدالله بن عبدالعزيز، المسالك والممالك ،دارالغرب الاسلامی بیروت،1996ء، ج1، ص315

[10] البخاری، محمد بن اسماعيل، صحيح البخاری، دار طوق النجاة، 2001ء، ج1، ص8، رقم7

[11] طہ47:20

[12] صحیح مسلم، ج4، ص2068، رقم2688

[13] البقرہ201:2

[14] الشیبانی، ابو عبدالله احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام أحمد بن حنبل، مؤسسه رسالة، 2001ء، ج2، ص297، رقم721

[15] الانعام96:6

[16] اسدالغابة فی معرفة الصحابه، ابن الاثير، ابوالحسن علی بن ابی الكرم، دارالكتب العلمية، 1994ء، ج3، ص665-الطبقات الكبرى، بان سعد، محمد بن سعد، دار الكتب العلمية، بيروت، 1990ء، ج3، ص149۔سير أعلام النبلاء، الذهبی، محمد بن أحمد دار الحديث القاهرة، 2006ء، ج2، ص263

[17] الشعراء 227:26

[18] بخاری، ج6، ص148، رقم4888

[19]حشر9:59

[20]البرھان،ج1،ص482

[21]الانفال44:8

[22]مستخرج أبي عوانة،أبو عوانة، يعقوب بن إسحاق،دار المعرفة، بيروت،1419ھ / 1998ء،ج2،ص350،رقم3387

[23]احزاب21:33

[24]المثل السائرفی أدب الكاتب والشاعر،ابن الاثيرالكاتب،نصرالله بن محمدالمكتبة العصريه للطباعة والنشر،بيروت،1420هـ، ج2، ص328

[25] حديد13:57

[26] مريم12:19

[27]زخرف13:43

[28]نووی، يحی بن شرف، الأذكار،دار الفكر للطباعة والنشر والتوزيع، بيروت، لبنان،1994ء،ج1،ص11

[29]البرهان،ج1،ص482

[30]البرهان،ج1،ص483

[31]لتضمين: لغة جعل الشيء في ضمن الشيء مشتملا عليه التضمين في الشعر أن يتعلق معنى البيت بالذي قبله تعلقا لا يصح إلا به، التوقيف على مهمات التعاريف،مناوی زين الدين محمد،عالم الكتب 38 عبد الخالق ثروت القاهرة، 1990ء،ج1،ص99

[32] الاتقان فی علوم القرآن،ج1،ص384۔الفواكه الدوانی علی رسالة ابن أبي زيدالقيروانی،أحمدبن غانم،دار الفكر،1995ء، ج1،ص50

[33]البرهان،ج1،ص384

[34]طه40:20

[35]البرھان،ج1،ص384

[36] مقامات الحريری،حريري،مكتبه موقع الوراق،سن اشاعت ندارد،ج1،ص33

[37]الانعام152:6

[38]البرهان،ج1،ص484

[39]الأصلان فی علوم القرآن، د۔ محمد عبد المنعم القيعبی رحمه الله طبع: الرابعة مزيدة ومنقحة،1996ء،ج1،ص107

[40] الغاشیه88: 25-26

[41]الأصلان فی علوم القرآن،ج1،ص107

[42]الاتقان،ج1،ص387۔الموسوعة الفقهية الكويتية، عن وزارة الأوقاف والشئون الإسلاميه،الكويت، 1404ھ،ج6،ص18